نہ لاؤ بھی یاس کی گفتگو کہ قرآن میں آیا ہے لا تقنطوا۔

پندرہ روزہ
THE MESSENGER
پیغامبر
اسکاربرو کینیڈا
مدیر سہیل اختر
۲۱ اگست ۱۹۸۴ء

اندرا گاندھی

متحدہ بھارت کی آخری وزیر اعظم

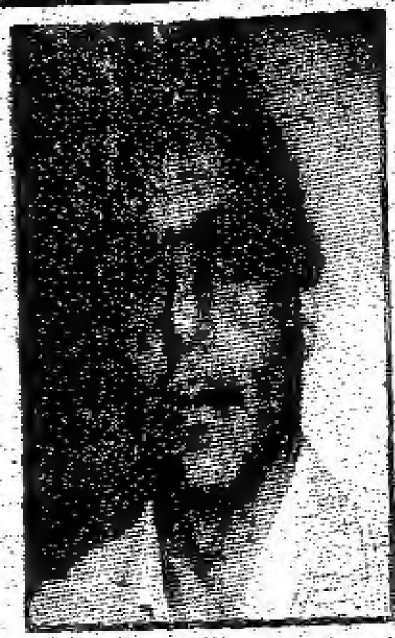
پروفیسر محمد سلیم



بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی آدھی ڈے کے استقبالیہ میں نائب چیف آف سٹاف الیس کے مہتا کے ساتھ

بھارت اس وقت ٹوٹ پھوٹ کے جس عمل سے دوچار ہے اس پر خوش ہونا کچھ اچھی بات نہیں۔ لیکن بھارت کے ہمسایہ ممالک میں سے کوئی ایک ملک بھی ایسا نہیں ہو گا جو پریشانی کے اس دور میں بھارت سے ہمدردی کا اظہار کر رہا ہو۔ کاش بھارت کے ہمسایہ ممالک کو اپنے عظیم ہمسائے کے حالیہ مصائب پر دکھ محسوس ہوتا لیکن اپنے ہمسائیوں سے بھارت کا سلوک اس قدر تکبرانہ اور جارحانہ رہا ہے کہ بھارت کے کمزور ہونے کے امکان سے اس کے ہمسائے دل ہی دل میں اطمینان کا سانس لے رہے ہیں۔ اگر بھارت کے ساتھ کسی ملک نے ہمدردی کا اظہار کیا ہے تو وہ یا تو خود روس ہے یا اس کا طفیلی افغانستان جس کا سربراہ بھارت سے بھی زیادہ ... ورنہ سری لنکا اور بنگلہ دیش سے لے کر نیپال، پاکستان اور چین تک کسی ملک نے ہمدردی کا ایک لفظ نہیں کہا۔

پچھلے دنوں پروفیسر مرزا محمد منور نے نوجوانوں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے بڑے پرجوش انداز میں کہا تھا میری طرف سے لکھ لو کہ بھارت لیس اب ٹوٹنے ہی والا ہے اور اندرا گاندھی متحدہ بھارت کی آخری وزیر اعظم ثابت ہوں گی۔ جلسہ کے اختتام پر ہم نے مرزا صاحب سے کہا کہ یہ کیا ماجرا ہے کہ جو مرزا صاحب ...



حسرتوں کا شہر

سلطانہ محمود ایاز

تیرتے پھرتے ہیں تنکوں کی طرح ماہ و نجوم
ڈوبتی ناؤ بنی ہے جگمگاتی کہکشاں
سرحد افغان سے تا لالہ زار کاشمیر
موجزن ہے قتل و خوں کا ایک بحر بیکراں

✪

اور بحر بیکراں کی تہہ میں وہ لعل و گہر
زلف خوباں کی طرح جو کھا رہے ہیں پیچ و تاب
آج بھی شاید کسی غواص کے ہیں منتظر
دیکھتے ہیں راہ جن کی ٹوٹتے بنتے حباب

✪

ٹوٹتے بنتے حبابوں کا یہ منظر ذہن میں
کر گیا بیدار یکدم کتنے خوابیدہ خیال
کتنی خوابیدہ تمناؤں نے لیں انگڑائیاں
آرزوئیں ایک دم میں ہو گئیں کتنی نڈھال

✪

توڑ ڈالا ہکر نے لیکن تصور کا طلسم
سامنے میرے وہی پھر زندگی کا زہر ہے
ہیں وہی تنہا کھنڈر ہوں اور میرے گرد ہیں
آرزوؤں کے کھنڈر ہیں حسرتوں کا شہر ہے

✪

حسرتوں کا شہر ہے اور آرزوؤں کے کھنڈر
اٹھ رہا ہے جلتی امیدوں کے لاشوں سے دھواں
سرحد افغان سے تا لالہ زار کاشمیر
موجزن ہے قتل و خوں کا ایک بحر بیکراں

باپ نے ملک کے دو ٹکڑے کئے تو بیٹی اسے کتنے ٹکڑوں میں تقسیم کرے گی

... وزارت عظمیٰ کی گدی سے اتر گئیں ... پیر صاحب نے فرمایا کہ اندرا پھر برسر اقتدار آئے گی اور اپنا ... مشن پورا کر کے جائے گی۔

مسز اندرا گاندھی سے ایک مرتبہ کسی غیر ملکی صحافی نے سوال کیا تھا کہ آپ کے والد بڑے سیاست داں تھے یا آپ؟ اس پر اندرا نے جواب دیا تھا "میں اپنے باپ کو کامیاب سیاست داں تسلیم نہیں کرتی۔ وہ اچھے سیاست داں ہوتے تو ملک کا بٹوارہ نہ ہوتا۔" شاید اللہ تعالیٰ کو اندرا گاندھی کا یہ جواب پسند نہیں آیا اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ باپ نے اگر ملک کے دو ٹکڑے کئے تھے تو بیٹی اسے کئی ٹکڑوں میں تقسیم کر کے دنیا سے رخصت ہو گی۔ اس قسم کے بڑے بول پہلے بھی بہت سے حکمرانوں کو تباہ و برباد کر چکے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے اندرا گاندھی بھی ناکامی کا صدمہ لے کر دنیا سے رخصت ہو گی۔ پاکستان کو توڑ کر اس کے سر پر جو فرور سما گیا تھا وہ خالصتان بننے سے ہرن ہو جائے گا۔

مشرقی پاکستان کو جس طرح ایک گہری سازش کے تحت پاکستان سے علیحدہ کیا گیا اس کے زخم مسلمانوں کے دل پر ابھی تک موجود ہیں ... کا آئینہ ایام بنا ... اس المیہ کا کوئی بھی ... دنیا سے باعزت طور پر رخصت نہیں ہو گا۔ ... اس کی رخصتی کیسے ہوتی ہے۔

مشرقی پنجاب میں اگرچہ بظاہر امن و امان بحال ہوتا ہوا نظر آتا ہے لیکن اہل نظر جانتے ہیں کہ یہ سب کچھ زبردستی کا ہے۔ ... مشرقی پنجاب اور مقبوضہ کشمیر کی حالت دیکھنے کے لائق ہو گی۔ ... اسی طرح بھارت اب مشرقی پنجاب کے سیاسی دلدل میں گلے گلے تک دھنس گیا ہے۔ ...

اسلامی جمہوریت یا صدارتی نظام؟

قائد ملت میر علی احمد تالپور نے مقدور مشرقی پاکستان کے ... کہ پاکستان کے تمام بحرانوں کا ذمہ دار قرار دیا ہے اور ملک و قوم کے لئے نجات اور سلامتی کا راستہ یہ بتایا ہے کہ اس آئین کو منسوخ کیا جائے اور پھر پہلے قدم کے طور پر حکمران یعنی حکومت و مملکت کے سربراہ کا انتخاب عمل میں لایا جائے ...

پاکستان کی سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ ۷۳ء کے آئین کو منسوخ نہ کیا جائے

...

امریکہ پاکستان کو ۲ کروڑ ۸۰ لاکھ روپے کی مدد دے گا

اسلام آباد (نمائندہ خصوصی) امریکہ پاکستان کو منشیات سے متعلق مسائل پر قابو پانے کے لئے ۲ کروڑ ۸۰ لاکھ روپے دے گا۔ ... امریکہ ... منشیات کی تعلیم ... کے لئے فنڈ فراہم کرے گا۔

ایران میں ۲۵ سمگلروں کو پھانسی دیدی گئی

تہران (رائٹر) ایران میں منشیات کے ۲۵ سمگلروں کو پھانسی کی سزا دی گئی ہے

۶ ماہ کی نعش سے تازہ خون

... چھ ماہ بعد قبر سے نکالی جانے والی نعش کو صحیح سلامت دیکھ کر لوگ دنگ رہ گئے۔ تفصیلات کے مطابق ۶ ماہ قبل ... کے علاقے میں ایک شخص ... فوت ہو گیا تھا ... شاہ جیلانی کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا ... جب قبر سے نکالا تو نعش قبر میں صحیح سلامت پڑی ہوئی تھی ... جسم سے تازہ خون نکل آیا۔ بعد میں نعش کو اسی قبر میں دفن کر دیا گیا ہے۔

گیت

آجا میرے دکھ کے ساتھی آجا دل کے چین
تو میرے نینوں کا کاجل تو میرا دن رین

تیرے کارے نیلے نیناں، دیکھ تری مسکان
بھول گیا میں ہنسنا گانا ، رہتا ہوں بے چین

آس نراش کا دھارا سجنی کتنی دور لے جائے
میں بیٹھا ہوں دیس پرائے، رات کے گنتا بین

رینا کاری جگتے گذری، دل دیکھے ترے سپنے
سجناں آ ڈ مانگ بھروا دربن کے آؤ چین

میں تیری ہوں، پریم پجارن، سجنا تم میرے ہو
توڑ نہ اپنے سندر سپنے، بدلیں گے دن رین

دور رہے سنگ ساتھ ہمارے اس بگیا کے دیس
کس کو ڈھونڈوں، کیسے پاؤں کھویا دل کا چین

جاوید تارا جگنی ہے، تم یہ کیا نام دیا!
میرے متوا، میرے ہمدم، نندیا میرے نین

— امتیاز جاوید

میخانہ مغرب

"اس دوست کے نام .... جسے توبہ سے نفرت تھی .... پھر ایک دن اس نے توبہ کر لی ..... لیکن اگلی رات ...... وہ ایک ایک کو کھا کے پی گیا"

لندن میں آ کے آج وہ کتنے بدل گئے
ہم ڈھونڈتے ہیں انکو وہ جانے کدھر گئے

کہتے تھے تم کہ اب نہ پئیں گے تمام عمر
قسمیں کہاں وہ آپ کے وعدے کدھر گئے

گو میکدے کی رات بڑی ہی حسین تھی
ساقی نے کی جو پیش تو شرما کے پی گئے

اب کرنا توبہ بعد میں تھوڑی سی پی تو لو
کیوں آپ میرکا جان قیامت سے ڈر گئے

ہم نے ہزار بار انہیں چاہا روکنا
نورانی سارے مشورے بے اثر گئے

— جمیل نورانی

غزل

لگے دیکھنے لوگ خواب ایک جیسے
اتر آئے ہیں اب عذاب ایک جیسے

کوئی رو کے اٹھا کوئی مسکرایا
مغنی نے چھیڑے رباب ایک جیسے

کوئی خلق دشمن کوئی خلق پرور
پڑھائے گئے تھے نصاب ایک جیسے

سوالات پوچھے ہیں سو سو طرح سے
مگر آ رہے ہیں جواب ایک جیسے

نقابوں کے پیچھے ہیں متضاد چہرے
ہیں چہروں کے آگے نقاب ایک جیسے

فلک پر وہ تارا زمیں پر یہ جگنو
ہیں دونوں نے رکھتے شباب ایک جیسے

ورق کوئی خالد اب اگلا بھی الٹے
ہے سیدھی زندگی ہے کتاب ایک جیسے

— خالد

برگِ آوارہ

بے شک سیہ فام ہوں
فرق مجھ میں اور ان میں
اس کے سوا اور کیا ہے
میری آنکھوں سے سوچتے سوچتے یہی
کئی بار اشکوں کا دریا بہا ہے
نفرت، رعونت، رنگ و نسل کی
پھیلتی جا رہی ہے ایک خونی وبا کی طرح!
چلو اب یہاں سے چلیں! کسی اور ہی دیس میں
سرگوشیاں کر رہی ہے تیز چلتی ہوا
یہاں تو بہار و خزاں میرے لئے ایک ہی چیز کا نام ہے
زندگی کیا ہے مسلسل اک ہجر کی ـــــ شام ہے
میں برگِ آوارہ کی مانند ہواؤں کے رحم و کرم کا محتاج ہوں
نسلِ آدم کے کونسے بھولے بسرے رشتے ناطوں کا امتزاج ہوں!

— فاروقی

غزل

میں قدامت کی یہ دیوار گرا جاؤں گا
خود بھی مٹ جاؤں گا پر حشر اٹھا جاؤں گا

لب کو گفتار کی طاقت کا پتہ دوں گا
ذہن سے خوف کی پرچھائیں مٹا جاؤں گا

مجھ پہ اب طنز کے تیروں کی بھی بوچھاڑ کرو
بعد مرنے کے میں محسن جو کہا جاؤں گا

اپنے شعروں سے نئے دور کے بانی جو بنے
ان ہی لوگوں میں کبھی میں بھی گنا جاؤں گا

اب تو اس وہم کے سائے کو ہٹا دو یارو
کب تلک سرد ہواؤں میں جلا جاؤں گا

— محمد ارشد

کرنیں

● عورت سے محبت کرنا نوازش ہے مگر عورت کو نہ سمجھنا بے وقوفی ہے عورت کا مطلب سب سے بڑا مکہ ہیں ہے کہ اسے کبھی نہیں جاتا۔ عورت کے دل میں بے شمار آرزوئیں ہوتی ہیں جو بجلی کی ٹھیس سے بے آواز ہی ٹوٹ جاتی ہیں پھر کیسی عجیب بات ہے ان شیشوں کے ٹوٹ جانے پر بھی وہ پتھر کی طرح سخت رہتی ہے اور سنگین حالات کے مقابلے میں بھی ہنستی ہے اس کی فطرت میں بے شمار گہرائیاں ہیں چھپے ہوئے جذبوں کی پکار سنے بغیر اس سے محبت کرنا ایسے لگتا ہے جیسے کوئی خوب صورت ناول کی کتاب کو بغیر پڑھے بک شیلف میں سجا دے۔

علیزہ نورین

● بندوں سے توقعات باندھو گے تو تمہیں دکھ، مایوسی اور روح کے ہولناک سانحوں کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

● زندگی کے بیشتر مسائل وقت گزرنے کے ساتھ خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔ ہم جن چیزوں کے حصول کے لئے پریشان رہتے ہیں۔ اور یہ سوچتے ہیں کہ ان چیزوں کو حاصل کرنا ہی ہماری زندگی کا اولین مقصد ہے جب وہ چیزیں ہمیں حاصل ہو جاتی ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ یہ چیزیں اس قابل نہ تھیں کہ ان کے لئے اتنی زیادہ جد و جہد کی جاتی۔

● زندگی کے سفر میں کبھی کسی سے اتنا پیار مت کرو کہ وہ جینے کی کسک بن جائے۔ آنے والوں کا استقبال کرو اور جب وہ چلے جائیں تو ان کے چہرے کو بھول جاؤ ورنہ تم بکھر کر رہ جاؤ گے اور کوئی تمہیں سمیٹنے بھی نہیں آئے گا۔

ناہید سلطانہ

● دنیا میں ہر قسم کی بیماری کا علاج ہے لیکن حسد کا کوئی علاج نہیں۔

● حوصلہ یہ ہے کہ انسان گر کر بھی اسی طرح اٹھے کہ زیادہ گہرائی نہیں۔

● دشمن کے حسن سلوک پر بھروسہ مت کرو کیونکہ پانی آگ سے کتنا ہی گرم کیا جائے پھر بھی وہ آگ بجھانے کے لئے کافی ہے۔

● جب آدمی مشین بناتا ہے تو اسے چلاتا ہے۔ پھر مشین اسے چلاتی ہے اور وہ اپنے غلام کا غلام بن جاتا ہے۔

● وہ شخص اپنی قوم پر تباہی لاتا ہے جس کی ہر بات میں تعمیری اینٹ اٹھا کر اینٹ پر رکھتا ہے اور کوئی پھر اٹھتا ہے۔ لیکن سیاست کو اپنا پیشہ بنا لیتا ہے۔

ثانیہ

● چمکتے دمکتے ستاروں کی طرح اس دنیا میں کوئی کسی کا نہیں ہوتا۔ سب اپنے لئے جیتے ہیں اور اپنے لئے مرتے ہیں نیلا آسمان صرف تماشا دیکھنے کے لئے ہے مگر کوئی نہیں جو آنسوؤں کے بہتے بہتے بھی ہیں کتنی تنہا ہوں۔

زبیدہ فردوس

● آسمان روتا ہے تو کتنا شور مچاتا ہے وہ بادل اور بجلی سے گلے مل کر خوب روتا ہے جب کائنات کی ہر شے اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی ہے وہ سب کے سامنے اپنے دل کی بھڑاس نکالتا ہے لیکن آہ... انسان کتنا عجیب ہے اس کا دل بھی روتا ہے۔

سچی باتیں

(از مولانا عبد الماجد دریابادی مرحوم)

"ہمیں یہاں کے مسلمانوں پر اعتبار نہیں کہ یہ ملک کے وفادار ہیں۔"

"انھیں کے بھائی بندوں نے تو پاکستان بنوایا۔ اور ان کی وفاداری پاکستان کے ساتھ ہے۔"

"یہی پاکستان زندہ باد کے نعرے لگاتے اور پاکستانی جھنڈا اٹھائے رکھتے ہیں۔"

یہی خلاصہ اور ماحصل ہے۔ ان بے شمار تلخ اور زہریلی تقریروں کا جو مسلمانوں کے خلاف آئے دن ہوتی رہتی ہیں؟ اور یہی ہے ان کی فرد جرم؟ تو اول تو یہی کہاں تک مطابق واقعہ ہے کہ ہندی مسلمان کو وفاداری کی تعلیم دیتے رہتے ہیں۔ آخر یقیناً ان کے سیکڑوں اخبار اور رسالوں میں سے کس کس نے کی ہے؟ ذرا ان کے نام تو ارشاد ہوں اور پاکستانی جھنڈے کہاں اٹھائے گئے ہیں پاکستانی نعرے کب بلند کئے گئے ہیں؟ اس ۲۲، ۲۳ سال کی مدت میں اگر ہزار دو نہیں تو کوئی سو پچاس واقعوں کی ہی مثال پیش کی جائے۔ اس کھلے جھوٹ کے بعد اس سے بھی اہم تر سوال یہ ہے کہ جو لوگ چلے گئے ان کے کسی عمل کی ذمہ داری آخر یہاں رہ جانے والوں پر دنیا کی کس منطق کے مطابق عائد ہوتی ہے؟

گویا اصل قصور یہاں کے مسلمانوں کا یہ ٹھہرا کہ وہ یہاں رہ کیوں گئے! اور یہیں اپنے رہ پڑنے، یہیں جینے اور مرنے کو انھوں نے ہجرت پر ترجیح کیوں دی۔ ان سے اگر شکایت کسی کو ہو سکتی ہے۔ اور ان پر غصہ اگر کسی کو آ سکتا ہے تو وہ تو صرف پاکستان ہی والے البتہ یہ کہہ سکتے ہیں تم نے ہمارے ساتھ غداری اور بے وفائی کی ہمارا ساتھ چھوڑ دیا اور ایسے ملک کو ترجیح دی۔ جہاں کا نظام حکومت بہر حال غیر اسلامی ہے اور جہاں کا آئین بہر صورت لادینی کا علمبردار ہے۔ ہندوستان کے معیار اور نقطۂ نظر سے تو یہ لوگ صلہ کے مستحق اور قابل داد و تحسین تھے کہ انھوں نے اپنے ماؤں اور بیٹیوں کو اپنے بھائیوں اور بہنوں کو پاکستان جاتے دیکھا۔ اور پھر ان کا ساتھ نہ دیا اپنے آبائی ملک سے ذرا جنبش نہ کی! اختیار سے کام لے کر یہیں جمے بیٹھے رہے ایسے وفاداروں بلکہ وفا پرستوں پر تہمت غداری کی لگنا عجائب روزگار میں سے نہیں۔ تو اور کیا ہے! کوئی فرد جرم کسی قوم پر اتنی اوکھی کہیں کیوں لگی ہوگی؟

ہلاکت کی ہولناک تیاریاں ادارہ اقوام متحدہ کے ایک تازہ ترین اور مستند ترین جائزہ کے مطابق اس وقت دنیا میں مختلف حکومتوں کے پاس مختلف قسم کے انتہائی ہلاکت خیز نیوکلیر اسلحہ کے جو ذخائر ہیں۔ ان کی پوری تعداد اور ان کے وزن کا اجمالی اور ہوش اڑا دینے والا اندازہ صرف اس امر سے کیجئے کہ کرۂ ارض پر بسنے والے ہر انسان کے لیے تین ٹن وزن کا جدید ترین سامان ہلاکت (ہیروشیما و ناگاساکی پر پھینکے جانے والے بموں سے کہیں زیادہ مہلک بموں اور دوسرے نیوکلیر اسلحہ کی شکل میں) اس وقت موجود ہیں اور کسی وقت بھی ان کا استعمال بغیر کسی پیشگی وارننگ یا انتباہ کے ہو سکتا ہے اور اس کے نتیجہ میں معمورۂ عالم کے بہت بڑے حصہ کی آبادی چشم زدن میں ہست سے نیست ہو سکتی ہے اور جو بدقسمت زخمی یا ان بموں کی زہریلی تابکاری سے متاثر زندہ حالت میں رہ جائیں گے ان کی حالت مردوں سے بھی بدتر ہوگی۔

اس جائزہ میں یہ بھی ہے کہ اس وقت دنیا کے جو ممالک ان ہلاکت بار اسلحہ کی تیاری میں مصروف ہیں وہ فی منٹ ایک ملین ڈالر اس کار شر پر خرچ کر رہے ہیں۔

پیغامبر
The Messenger

جہاں نیستی میری فطرت ہے لیکن نہ کسی جمشید کا ساغر نہیں ہیں

پاکستان کے نقطۂ نظر کی جیت

امریکی سینیٹر کرانسٹن نے پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے خلاف جو پروپیگنڈہ مہم شروع کر رکھی ہے اس کے جواب میں واشنگٹن میں پاکستانی سفارت خانے نے ایک کتابچہ جاری کیا ہے جس میں پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے بارے میں اس معاندانہ مہم کے پیدا کردہ تمام غلط فہمیوں اور شکوک و شبہات کو دور کر دینے کا مواد موجود ہے۔ چنانچہ امریکی کانگریس کے ایک فورم میں پاکستان کے ایٹمی پروگرام پر ایک کھلے مباحثے کا اہتمام ہوا تو امریکی انتظامیہ کے علاوہ امریکہ کے تین دفاعی اور تحقیقی امور کے ممتاز اداروں کے شہرۂ آفاق دانشوروں نے اس میں سینیٹر کرانسٹن کی اس تجویز کی پرزور مخالفت کی کہ پاکستان کو ایٹمی ہتھیاروں کی تیاری سے روکنے کے لئے اسے امریکی ہتھیاروں کی فروخت روک دی جائے۔ ان میں ڈاکٹر سٹیفن کوہن، ڈاکٹر ... اور ڈاکٹر ... شامل ہیں۔

ان دانشوروں نے اولاً اس بات کی مخالفت کی کہ تنہا پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو کیوں موضوع بحث بنایا گیا ہے جبکہ وہ ابھی ایٹمی طاقت بننے سے بہت دور ہے اور اس کے مقابلے میں بھارت اور اسرائیل ایٹمی ہتھیاروں کی تیاری کے سلسلے میں کہیں زیادہ استعداد حاصل کر چکے ہیں۔ ثانیاً انھوں نے ایک ایسا نقشہ پیش کرنے کی بھی مخالفت کی جس میں پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو برصغیر کی بجائے مشرق وسطیٰ کے حوالے سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس طرح یہ تاثر دیا گیا ہے کہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام سے اسرائیل کو کوئی خطرہ ہے۔ ان دانشوروں نے یہ استدلال پیش کیا کہ پاکستان بھارت کے ۱۹۷۴ء کے ایٹمی دھماکے اور ۱۹۷۱ء کی جنگ میں امریکہ کی سرد مہری کی وجہ سے عدم تحفظ کے احساس کا شکار رہا ہے اور پاکستان کو ایٹمی ہتھیاروں کی تیاری سے روکنے کے لئے اس پر یک طرفہ دباؤ ڈالنے کے بجائے اسے روایتی ہتھیاروں کی فراہمی کے ذریعے تحفظ کا احساس دلانا ضروری ہے۔

ہمارے نزدیک امریکہ میں پاکستان کے ایٹمی پروگرام پر اس کھلے مباحثے سے امریکی ذہنوں میں موجود ہر قسم کے مغالطے اور خدشات دور ہو جانے چاہئیں۔ جہاں تک ریگن کی انتظامیہ کا تعلق ہے اس نے سینیٹر کرانسٹن کی مہم کا کوئی اثر قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا ہے اور پاکستان کی سلامتی کو اس کی خطرناک علاقائی صورت حال کے حوالے سے زیادہ اہمیت دی ہے۔ سینیٹر کرانسٹن اگرچہ بضد ہیں کہ وہ پاکستان کو جدید اسلحہ کی فروخت رکوانے کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھیں گے۔ مگر پاکستانی سفارت خانے نے اپنے ملک کے پرامن ایٹمی پروگرام کی تفصیل سے جو وضاحت کر دی ہے اور امریکی کانگریس کے فورم میں ممتاز دانشوروں نے جس انداز سے پاکستان کی سلامتی کو خود امریکی مفاد کا بنیادی تقاضا قرار دیا ہے۔ اس کے بعد اب یہ امکان باقی نہیں رہا کہ سینیٹر کرانسٹن اور ان کی قبیل کے افراد امریکی کانگریس پر اثر انداز ہو سکیں گے۔ تاہم ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے سفارتی ذرائع کو پاکستان کے پرامن ایٹمی پروگرام کے خلاف صیہونی حلقوں کی شر انگیز پروپیگنڈہ مہم کا ہر سطح پر تعاقب جاری رکھنا چاہئے۔

پاکستان کے پُرامن ایٹمی پروگرام پر

ہمارے "مغربی دوست" پریشان کیوں ہیں؟

اسرائیل، بھارت اور جنوبی افریقہ کو ایٹمی اسلحہ سازی کی کھلی چھُوٹ کیوں؟

ایٹمی پروگرام ★ ابو سجاد

مغربی پریس نے ایک بار پھر پاکستان کے جوہری پروگرام کے بارے میں اپنے معاندانہ پروپیگنڈے میں شدت اختیار کر لی ہے، دراصل ان کوششوں کا مقصد یہ ہے کہ تیسری دنیا کا کوئی بھی ملک جوہری کلب میں شمولیت اختیار نہ کر سکے تاکہ آئندہ عشروں میں یہ ممالک توانائی کے میدان میں ترقی یافتہ مغربی ممالک کے دست نگر بن کر ان کی اجارہ داری کی بساط پر ایک مہرے کے طور پر کام کرتے رہیں اور جوہری توانائی اور ٹکنالوجی سے بھی چند ممالک استفادہ کر سکیں۔

اس وقت عالمی سطح پر قیمتوں کے لحاظ سے تیل خاصا مہنگا ہے اور یہ بات اصولاً طے ہو گئی ہے کہ آئندہ برسوں میں سب سے کم قیمت توانائی کے لئے جوہری ٹکنالوجی پر انحصار کرنا پڑے گا۔

ملت پاکستان کو یہ چیلنج قبول کرنا ہوگا

چنانچہ لندن جوہری کلب کے اراکین نے اپنے مخصوص مفادات اور پالیسیوں کے تحفظ اور اپنی اجارہ داری قائم رکھنے کی غرض سے اسی چیز کے پیچھے بہانے کی ایک بار پھر ہوا دینی شروع کر دی ہے کہ اگر تیسری دنیا کے ممالک نے ایٹمی ٹکنالوجی تک دسترس حاصل کر لی تو اس سے ایٹمی جنگ اور ایٹمی اسلحہ سازی کی دوڑ کا آغاز ہو جائے گا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ الزام تراشی ان ممالک کی طرف سے ہو رہی ہے جو خود دن رات مہلک ایٹمی سامان جنگ پیدا کر رہے ہیں۔

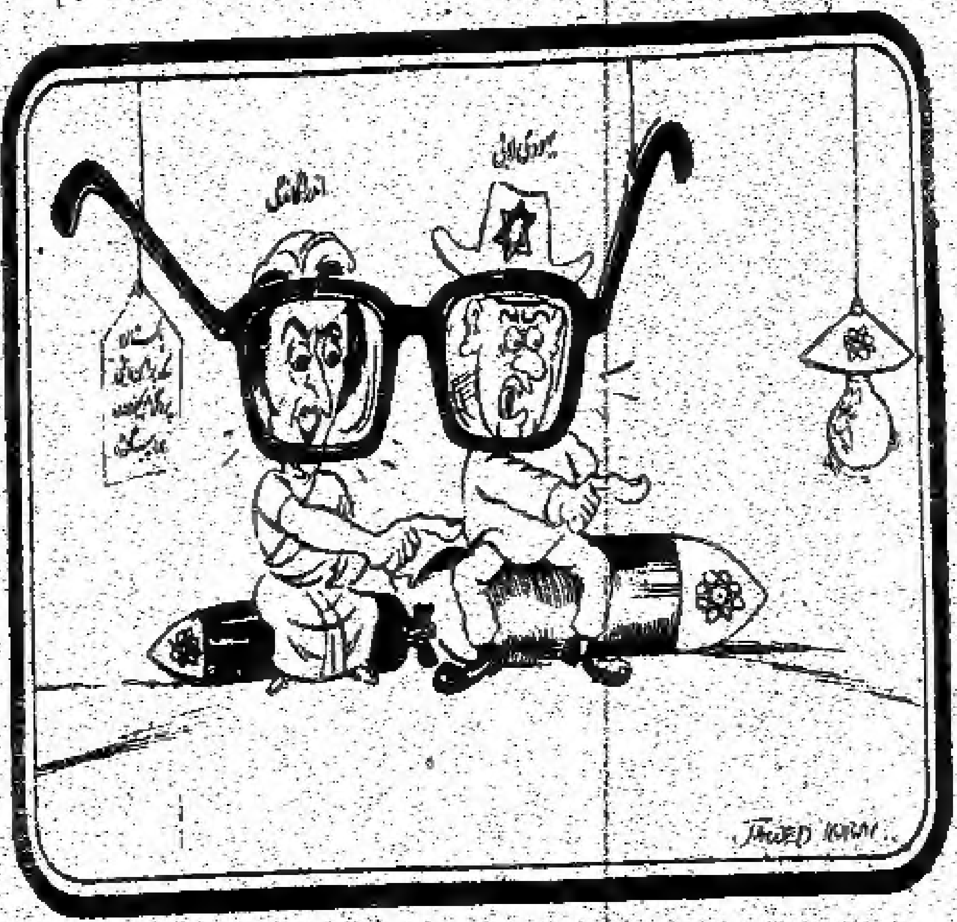
ایٹمی توانائی کو پرامن مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی ضرورت کا احساس ۱۹۷۳ء میں تیل پیدا کرنے والے ممالک کی تنظیم اوپیک کے اجلاس کے بعد ہوا جس میں ان ممالک نے تیل کی قیمتوں میں ۴۰۰ فی صد تک یکطرفہ اضافہ کر کے ساری دنیا میں ایک سنگین اقتصادی بحران پیدا کر لیا تھا۔

اب جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے، اسے مستقبل میں اپنے ترقیاتی منصوبوں اور صنعتی میدان میں آگے بڑھنے کے لئے توانائی کے بے شمار وسائل کی ضرورت ہے۔ اس وقت پاکستان تیل کی تلاش اور پیداوار پر اپنی قومی آمدنی کا ایک معتد بہ حصہ خرچ کر رہا ہے، اگر سارے وسائل مہیا رہے اور ہمارے اپنے اندازوں کے مطابق تیل کی پیداوار جاری رہی تو اس سال آخر تک یہ پیداوار ملکی ضروریات کا ۲۰ فیصد حصہ پورا کر سکے گی، اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی ۸۰ فیصد ضروریات پوری کرنے کے لئے متبادل وسائل کی ضرورت پڑے گی اور ان کی تکمیل کے لئے ہمیں مغربی ممالک کی اجارہ داریوں کا آلہ کار بننے کی بجائے خود توانائی کے میدان میں پیش رفت کر کے جوہری ٹکنالوجی حاصل کرنا ہوگی، لیکن یہودی سرمایہ کے زیر اثر مغربی پریس کا کیا کیجئے جس نے مسلسل یہی رٹ لگا رکھی ہے کہ اگر پاکستان نے ایٹمی ٹکنالوجی حاصل کر لی تو اس علاقے کے امن کی صورت حال بگڑ جائے گی۔

یہ شک و شبہ اور یہ الزام تراشی کس قدر بے بنیاد ہے۔ اس کا اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں، پاکستان کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق ایک سے زائد بار اس بارے میں وضاحت کر چکے ہیں، اور ابھی حال ہی میں وفاقی مجلس شوریٰ سے خطاب کے دوران انہوں نے اس مسئلہ پر ایک بار پھر روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ یہ تصور کرنا ہی غلط ہے کہ پاکستان جوہری ٹکنالوجی کا حصول اسلحہ سازی کے لئے چاہتا ہے اور ہم اپنے پرامن ایٹمی پروگرام پر عمل درآمد بہرحال جاری رکھیں گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف اسی طریق سے ہم اپنی توانائی کی ضروریات پوری کر سکتے ہیں۔ اس ضمن میں صدر ضیاء الحق نے امریکی سینیٹر ایلن کرانسٹن کی اس تجویز کا بھی حوالہ دیا، جس میں کرانسٹن نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ پاکستان کے لئے ۳ ارب ۲۰ کروڑ ڈالر کی اقتصادی اور فوجی امداد کو اس کے جوہری پروگرام پر پابندی اور جوہری تنصیبات کے معائنہ کے ساتھ مشروط کر دیا جائے۔ سینیٹر ایلن کرانسٹن نے ان معاملات کو ایک بار پھر اٹھانے کی کوشش کی ہے، جنہیں پہلے ہی طے کر لیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر کرانسٹن نے پاکستان پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ کراچی کے جوہری توانائی پلانٹ میں استعمال شدہ ایٹمی ایندھن کو اسلام آباد کے نزدیک ڈاکٹر عبدالقدیر تحقیق لیبارٹری کے ایک اور پلانٹ میں منتقل کر کے اسے دوبارہ قابل استعمال بنا رہا ہے اور یہ کہ وہ ایٹم بم تیار کر رہا ہے۔ کراچی کے جوہری توانائی پلانٹ سے ایٹمی فضلے کی منتقلی اور اسے دوبارہ قابل استعمال بنانے کے امکانات پر ایک عرصے سے پاکستان کے مخالف حلقوں میں لے دے ہو رہی ہے۔ ان قیاس آرائیوں کی بنیاد ان طویل مذاکرات پر مبنی ہے جو بین الاقوامی جوہری ایجنسی اور پاکستانی حکام کے مابین گذشتہ تین سال سے جاری ہیں اور جن کا مقصد کراچی پلانٹ پر بین الاقوامی نگرانی کے ضوابط میں اور زیادہ شدت پیدا کرنا ہے۔ خیال رہے کہ یہ پلانٹ بین الاقوامی ادارے کی مکمل نگرانی میں کام کر رہا ہے جس میں اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ پاکستان کسی بھی طرح اپنے ایٹمی فضلے کو پرامن مقاصد کے علاوہ کسی اور طرح استعمال کر سکے۔

صدر ضیاء الحق نے معروف جریدہ وال سٹریٹ جرنل کو حال ہی میں ایک تفصیلی انٹرویو کے دوران کہا تھا کہ پاکستان کی امداد میں رکاوٹ پیدا کرنے کی تحریک کا مقصد خالصتاً سیاسی ہے اور اس کی بنیاد غلط معلومات اور بے بنیاد مفروضات پر ہے۔ ۔۔۔ انہوں نے مجلس شوریٰ سے اپنے خطاب کے دوران زور دے کر یہ بات کہی کہ پاکستان کے جوہری پروگرام کی مخالفت کرنے والے عناصر ہی اس پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ وہ جوہری پھیلاؤ کے خلاف معاہدے پر دستخط کرے انہوں نے مزید کہا کہ اس سلسلہ میں بھارت، اسرائیل اور جنوبی افریقہ کی پوزیشن بھی وہی ہے جو پاکستان کی ہے۔ لیکن یہ طرفہ تماشہ ہے کہ ان ممالک کو ہر طرح کی رعایات حاصل ہیں اور ان سے کبھی یہ نہیں کہا گیا کہ وہ بھی جوہری تنصیبات میں بین الاقوامی ادارے کی نگرانی کو قبول کر لیں۔ ان ممالک نے تو جوہری ہتھیار بھی حاصل کر لئے ہیں اور اب یہ کوششیں کی جا رہی ہیں کہ جوہری ہتھیاروں کے حامل مخصوص کلب میں پاکستان کے داخلہ کی ہر راہ روک دی جائے۔

یہ کس قدر ستم ظریفی کی بات ہے کہ پاکستان کے پرامن جوہری پروگرام کو آج ان ہی ممالک نے ہدف تنقید بنا رکھا ہے جو خود مہلک جوہری اسلحہ سازی پر کھربوں ڈالر خرچ کر رہے ہیں، اور جنہوں نے خود کبھی بین الاقوامی ضمانتوں اور تحفظات کو قبول نہیں کیا۔ مثال کے طور پر امریکہ ہی کو دیکھیے جو شائع شدہ رپورٹوں کے مطابق



ہر روز ۹ مہلک جوہری ہتھیار تیار کر رہا ہے اور اس نے اپنے جنگی ٹھکانوں پر ۲۶ ہزار سے زائد جوہری جنگی تنصیبات لگا رکھی ہیں جن میں لڑاکا ہوائی جہاز اور آبدوزیں بھی شامل ہیں۔

امریکی سینیٹر ایلن کرانسٹن نے ایک طرف تو پاکستان پر اس شبہ کا اظہار کیا ہے کہ وہ کراچی پلانٹ میں استعمال شدہ ایٹمی ایندھن کو تبدیل کر رہا ہے۔ ساتھ ہی چین پر بھی یہ الزام لگایا گیا ہے کہ وہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام میں اس کی معاونت کر رہا ہے امریکہ کے برآمدی انتظامی قوانین کے تحت امریکہ کسی ایسے ملک کو جوہری ٹکنالوجی فراہم نہیں کرے گا جو اسے کسی ایسے ملک کو منتقل کرے جس کے پاس یہ ٹکنالوجی موجود نہ ہو۔

اب چونکہ پاکستان کے بارے میں ایسی اطلاعات ہیں کہ اس کے پاس کہوٹہ کے نزدیک اپنے پلانٹ میں یورینیم کو طاقتور بنانے کی سہولیات موجود ہیں اور چونکہ چین گیس ڈفیوژن کے عمل کے ذریعے یورینیم کو طاقتور بنانے کے عمل پر کام کر رہا ہے۔ اس لئے ایلن صاحب کو یہ شک ہو گیا کہ شاید پاکستان کو اپنے ایٹمی پروگرام کے سلسلے میں چین سے کوئی مدد مل رہی ہو اور اس سنٹری فیوج سسٹم کے سلسلے میں درپیش مشکلات پر قابو پانے میں وہ پاکستان کی معاونت کر رہا ہو جو ڈاکٹر عبدالقدیر خان کا کارنامہ ہے۔ انہیں یہ شبہ بھی ہے کہ کہیں جواباً پاکستان بھی چین کی ایٹمی امداد نہ کر رہا ہو۔ چین کے بارے میں ان بے بنیاد شکوک و شبہات کا اظہار وزیراعظم ژاؤ ژیانگ کے ان ٹھوس بیانات کے باوجود کیا جا رہا ہے کہ ان کا ملک کسی طرح جوہری پھیلاؤ میں نہ ملوث ہے اور نہ وہ کسی دوسرے ملک سے ایٹمی اسلحہ سازی میں تعاون کر سکتا ہے۔

اس سلسلہ میں پاکستان کی پوزیشن کا موازنہ صدر ضیاء الحق نے تفصیلی طور اسرائیل بھارت اور جنوبی افریقہ سے کیا ہے۔ اسرائیلی صدر نے دسمبر ۷۴ء میں واضح طور پر کہا تھا کہ اسرائیل ایٹمی اسلحے کے حصول کی بھرپور خواہش رکھتا ہے اور وہ اس مقصد کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرے گا۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسرائیل نے ایٹمی میدان میں مطلوبہ صلاحیت حاصل کر لی ہے۔ اسرائیلی صدر نے یہ بات اس واقعے کے بعد کہی تھی جس میں یورینیم سے بھرا ہوا ایک سمندری جہاز غائب کر دیا گیا تھا اور امریکی سی آئی اے نے رپورٹ دی تھی کہ اسرائیل ایٹمی ہتھیار تیار کر رہا ہے۔

جہاں تک بھارت کا تعلق ہے اس نے بھی ۱۹۷۴ء ہی میں راجستھان کے صحرائی علاقے میں ایٹمی دھماکہ کیا۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اس دھماکے کیلئے بھی بھارت کو مطلوبہ یورینیم امریکہ نے ہی فراہم کیا تھا اب بھی بھارت کو مغربی ممالک سے ایٹمی تنصیبات کے فاضل پرزہ جات اور ایندھن مہیا کیا جا رہا ہے اور ظاہر ہے یہ سارا کام امریکہ کی منظوری کے بغیر ممکن نہیں۔

پاکستان کے پرامن ایٹمی پروگرام کے لئے بہت سی قوتیں متحد ہو رہی ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ جب پاکستان نے ایک سے زائد بار اپنے ایٹمی پروگرام کے مقاصد کی وضاحت کی ہے اور بین الاقوامی نگرانیوں کا اصول بھی تسلیم کر لیا ہے اور جب اسرائیل بھارت اور جنوبی افریقہ واضح طور پر ایٹمی اسلحہ تیار کر رہے ہیں تو صرف پاکستان ہی کے خلاف ایک معاندانہ اور نفرت انگیز مہم کیوں چلائی جا رہی ہے۔ پاکستان نے تو یہ پیشکش بھی کی ہے کہ اگر بھارت جوہری پھیلاؤ کے خلاف معاہدے پر دستخط کر دے تو پاکستان بھی ایسا ہی کرے گا، اس کے علاوہ پاکستان نے دونوں ممالک کے جوہری پلانٹوں پر مشترکہ نگرانی کی پیشکش بھی کی ہے۔ ظاہر ہے پاکستان کے پرامن ایٹمی پروگرام کے خلاف اس مہم کا صرف ایک مقصد ہے کہ یہ ملک کبھی جوہری میدان میں آگے نہ بڑھنے پائے۔ پاکستان جوہری توانائی کمیشن کے چیئرمین ڈاکٹر منیر احمد خان کے مطابق ایٹمی پروگرام کی ترقی ہر ملک کا حق ہے جس سے اسے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کی کامیابی کا مقصد صنعتی اور توانائی کے شعبوں میں اس کی خود کفالت، ترقی اور خوشحالی کے لئے ایک قابل قدر پیش رفت ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ بڑی طاقتیں اس بات کو ہمارے لئے پسند نہیں کرتیں۔

اس صورت حال میں پوری قوم کو یک جان ہو کر اس چیلنج کا مقابلہ کرنا ہوگا اور یہ ثابت کرنا ہوگا کہ وہ اوّل و آخر پاکستانی ہیں، جنہیں اپنی دھرتی اور اپنے وطن سے پیار ہے اور وہ اس کی ترقی کے لئے ہر قربانی کیلئے تیار ہیں۔

چمگادڑ کی سزا

ایک جنگل میں جانوروں اور پرندوں میں مقابلہ ہوا کرتا تھا۔ جب جانور جیت جاتے تو چمگادڑ اپنے دانت اور کان اور چھاتیاں دکھا کر کہتی کہ وہ جانور ہے اور جب پرندے جیت جاتے تو وہ اپنے پاؤں اور پَر دکھا کر کہتی کہ وہ پرندہ ہے۔ پھر جب بہت عرصے کے بعد جانوروں اور پرندوں میں صلح ہو گئی تو چمگادڑ نے جنگل کو چھوڑ دیا اور شہروں کے پرانے گھروں اور کھنڈروں میں منہ چھپانے لگی، الٹی لٹک کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتی اور اندھیروں میں بھٹکتی اور اس کے لئے یہ سزا مستقل ہو گئی۔

خیرات

ایک مولوی صاحب وعظ فرما رہے تھے۔ موضوع تھا "خیرات"۔ وعظ سننے والوں میں ایک کنجوس امیر بھی بیٹھا تھا جونہی مولوی صاحب نے وعظ ختم کیا وہ دولت مند شخص بلند آواز میں بولا۔ سبحان اللہ! خیرات کی برکات کا کیا کہنا۔ جی چاہتا ہے اسی وقت جھولی پھیلا کر گلی گلی مانگنے جاؤں۔

طنز و مزاح

گھر کی دال مُرغی برابر

طاہرہ عبداللہ

گھر کی مرغی دال برابر" جی ہاں یہ محاورہ" تو آپ نے اکثر سنا ہی ہوگا، لیکن اب لوگ جب اس محاورے کو استعمال کرنے کی ضرورت محسوس کریں گے تو دال کی بڑھتی ہوئی قیمتوں اور مانگ کو دیکھ کر یوں گویا ہوں گے "گھر کی دال مرغی برابر"۔

دال صاحبہ! جو یکدم "عنقا" ہو گئیں اور لوگوں کو حیران کر دیا، ہائیں ۔۔۔! دال نہیں مل رہی!؟ اور صاحب جب ان دال محترمہ نے اپنا دیدار کرایا تو لوگ سب ان کی آسمان سے باتیں کرتی قیمت کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گئے۔

دال صاحبہ نے جو اچانک اپنی اہمیت کا اظہار عوام الناس پر کیا ہے اس کے اثرات مستقبل قریب میں شاید یوں ظاہر ہوں ۔۔۔ دعوتوں میں جہاں زیادہ تر گوشت سے بنائی ہوئی ڈشیں رکھی جاتی تھیں مثلاً کوفتے، دم کے کباب، شامی کباب، کڑاہی گوشت وغیرہ کا یہ ڈشیں مہمانوں پر کچھ رعب اور کہیں خلوص ظاہر کرتی ہیں میزبانوں کا!! وہاں اب دال سے بنی ہوئی ڈشیں مہمانوں کے تواضع کی خاطر بنائی جائیں گی مثلاً دال کے کباب، ار ہر کی بگھاری دال، مسور کی دال کی کھچڑی وغیرہ اور شاید کچھ نئی ڈشیں وجود پذیر ہوں مثلاً چھلکے کی دال کے حلوے کے علاوہ، مسور کی دال کا حلوہ اور مونگ کی دال کی کھیر اور مکس دالوں کا مربہ وغیرہ ہمارے یہاں اکثر شادی بیاہ اور دیگر تقریبات کے بعد ان تقریبات سے متعلق گفتگو خصوصاً خواتین میں جاری اور ساری رہتی ہیں۔ جس میں تقریب کے ڈنر کا ذکر بھی بہرحال ہوتا ہے۔ تو اب خواتین کچھ یوں گویا ہوں گی ۔۔۔!

ارے مسز جمال! بھئی مسز حشمت کے لڑکے کے ولیمے میں ڈنر بڑا فرسٹ کلاس تھا۔ بھئی تقریباً سارے ڈشیں ہی دالوں کی بنی ہوئی تھیں!

ہاں بھئی! مسز اللہ دتہ آپ نے ٹھیک کہا دالوں کی آسمان سے باتیں کرتی قیمتوں کے باوجود کیا بہترین دال سے بنی چیزیں تھیں کافی مالدار لوگ ہیں بھئی! سچ کہا آپ نے، مجھے تو وہ تلی ہوئی دال تو بہت پسند آئی وغیرہ وغیرہ ۔۔۔!

محترمہ دال! کی اہمیت کے پیش نظر کہانی نویسوں کو بھی اپنی کہانیوں میں رد و بدل کرنا ہوگا۔ مثلاً اگر کسی کہانی یا افسانہ نویس نے کہیں یہ لکھا ہوگا کہ "وہ سارا سارا دن محنت کرتا اور دال روٹی کھا کر صبر شکر کرتا" دال والی ترمیم کے ساتھ لکھیں گے "وہ سارا سارا دن محنت کرتا اور مرغی روٹی کھا کر صبر و شکر کرتا"۔ آپ مرغی کی جگہ گوشت، انڈے، مچھلی سمجھ سکتے ہیں!!

تو صاحب ۔۔۔! یہ تو مہنگائی کی کمی کے باعث کچھ واقعات تو جو آئندہ مستقبل میں وقوع پذیر ہو سکتے ہیں لیکن اس دال نے جس طرح اچانک اپنی اہمیت جتائی ہے اس سے تو وہ انقلاب خصوصاً غریبوں کے لئے آیا ہے جو اس مختصر مضمون میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ پھر عام ہم تو یہی کہیں گے جو اب بھی گھر کی دال مرغی برابر ہے۔

لفظ اردو سب سے پہلے مصحفی نے استعمال کیا تھا

ابو سجاد

جلاد کی موت



"مرحوم نے بہت کچھ کرنا تھا مگر موت نے اجازت نہ دی"

پاکستان کے شہرہ آفاق جلاد تارا مسیح

پاکستان کا مشہور جلاد تارا مسیح گذشتہ دنوں لاہور کے جنرل ہسپتال میں دم توڑ گیا۔ اس کی موت عارضہ قلب سے ہوئی اور صرف اس کے نزدیکی لواحقین اور اہل خانہ ہی نے اس کی موت کا سوگ منایا۔ اخبارات کے لئے تارا مسیح کی موت ایک معمولی سی خبر تھی، سو یہ خبر چھپ گئی اور عام لوگوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ سینکڑوں افراد کو موت کے گھاٹ اتارنے والا سفاک جلاد بالآخر خود بھی مر گیا ہے۔ تارا مسیح کی موت کی خبر ایک عام سی خبر کے طور پر شائع ہوئی جس پر نہ کوئی تعزیتی شذرہ لکھا گیا، نہ اداریہ، نہ حالاتِ زندگی۔ حتیٰ کہ اس کی تصویر تک شائع نہ کی گئی۔ تارا مسیح اخبار والوں کے صفحہ اول پر جلی سرخیوں اور شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہونے والی خبریں بنتا کرتا تھا۔ اور خود اس کی موت پر یہ بے اعتنائی یقیناً زیادتی ہے۔ ہم تو یہ بھی بھول گئے کہ ایک بار تو تارا مسیح نے عالمی اہمیت کی ایک خبر بھی فراہم کی تھی۔

مجھے ایک عرصہ سے تارا مسیح سے ملاقات کی خواہش تھی۔ میں اس سے کئی سوالات دریافت کرنا چاہتا تھا۔ میں تارا مسیح سے مل کر یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ سزائے موت کے قیدی کی سزا پر عملدرآمد کا وقت جوں جوں نزدیک آتا ہے تو اس کے احساسات اور تصورات کیا ہوتے ہیں۔ موت کے سائے کس طرح اسے اپنی لپیٹ میں لیتے ہیں۔ میں یہ بھی جاننا چاہتا تھا کہ آیا تارا مسیح کی خود اپنے اس پیشے کے بارے میں کیا رائے ہے۔ اور جب ایک انسان تڑپ تڑپ کر اس کے ہاتھوں میں جان دے دیتا ہے تو اس کے جذبات کیا ہوتے ہیں۔ تارا مسیح کے مستقبل کے بارے میں جاننے کی بھی مجھے کد و کد تھی۔ اور جب وہ سزائے موت کے لئے پھانسی کے تختہ کا لیور دباتا ہے۔ تو کیا اس کے دل میں کہیں ٹیس نہیں ابھرتی۔ آنکھ کبھی نم نہیں ہوتی۔ رحم کا کوئی جذبہ نہیں ابھرتا۔ اور کیا وہ بس ایک روبوٹ کی طرح بے حس ہو کر اپنا کام کرتا ہے۔ ایک اور بات جو میں تارا مسیح سے معلوم کرنا چاہتا تھا یہ بھی کہ آیا کبھی اس کے دل میں یہ بات آئی کہ اسے اس پیشہ کو چھوڑ دینا چاہئے۔ لاہور آتے جاتے میں نے ہر بار ہی تارا مسیح سے انٹرویو کرنے کی کوشش کی۔ دو بار تو یہ کوشش انتہائی سنجیدگی سے ہوئی۔ اب پہلی بار تو وہ کسی کو پھانسی دینے والا لاہور سے باہر گیا ہوا تھا۔ اور دوسری بار وہ اپنے خاندان میں ایک شادی کے سلسلہ میں بے حد مصروف تھا۔ یوں میرے سوالات جواب کی حسرت لئے ہی رہ گئے۔

تارا مسیح کو بڑی شہرت ملی ہے۔ ہمارے معاشرے میں شہرت کے لئے بڑے بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ لوگ لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں کہ ان کی شہرت ہو۔ وہ اپنی شخصیت، دولت، تعلقات یا کسی اور وصف کی بنا پر شہرت حاصل کرتے ہیں۔ لیکن تارا مسیح ان تمام چیزوں سے محروم تھا۔ وہ کوئی وی آئی پی نہیں تھا، نہ اس کی کوئی دل کش شخصیت تھی۔ نہ اس کے پاس پیسہ تھا اور نہ ہی وہ کوئی دانشور تھا۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود تارا مسیح مختلف لوگوں کے لئے مختلف وجوہ کی بنا پر بہت اہمیت رکھتا تھا۔ مجھے تو یہ بھی یاد ہے کہ ایک بار تو ہماری قومی زندگی میں چند افراد کے لئے تارا مسیح ہیرو بن گیا تھا۔ آپ اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ یہ افراد کون تھے۔ اور تارا مسیح کو یہ اہمیت کیوں حاصل ہو گئی تھی۔ میرے نزدیک تو وہ محض ایک مشین تھا۔ وہ محض فیصلے پر عملدرآمد کرنے والا ایک کارندہ تھا۔ جو اسی طرح اپنا فرض منصبی ادا کر کے اپنے اور اپنے بچوں کے لئے روزی کما رہا۔

تارا مسیح نے ۲۵ سال سے زائد عرصہ تک جلاد کے فرائض انجام دیئے۔ اور اس عرصہ میں سینکڑوں افراد اس کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر گئے۔ اور اسے سزائے موت دینے پر معمولی سا معاوضہ ملتا تھا۔

مجھے یقین ہے کہ تارا مسیح نے کبھی بد دلی سے اپنا کام نہیں کیا۔ اگر ایسا ہوتا تو کہیں نہ کہیں اس سے غلطی سرزد ہو جاتی اور سزائے موت پانے والا بد نصیب شخص اس کے ہاتھوں بچ ہی جاتا۔ لیکن ہم نے آج تک یہ نہیں سنا کہ کبھی تارا مسیح سے کہیں ذرا سی غلطی ہوئی ہے۔ وہ پوری توجہ، دلچسپی اور اپنی لگن سے اپنی ڈیوٹی انجام دیتا تھا اور اس تک آنے والا سزائے موت کا قیدی کبھی بچ نہیں سکا۔ وہ ایک پیشہ ور جلاد تھا اور جانتا تھا کہ کم سے کم وقت میں کس طرح ایک انسان کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ پھر بھی کہ وہ ایک بڑا مطمئن کارکن تھا۔ اور اپنی ڈیوٹی سر انجام دیتے ہوئے اور اس کے معاوضہ پر خواہ وہ بہت ہو یا کم اچھی گذر بسر کیا۔ تارا مسیح ایک جلاد تھا۔ لیکن اسے جو اطمینان حاصل تھا ہم میں سے بیشتر لوگ اس سے محروم ہیں۔ ہم میں سے اکثر لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ وہ ہر کسی کے معاملات میں دخل اندازی کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اپنے فرائض اور اپنے کام سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ بس ایک کام سے تعلق ہوتا ہے کہ ادھر ادھر کی سن گن لیتے رہیں۔ یہاں کیا ہو رہا ہے اور کہاں کیا نہیں ہو رہا۔ ان کے اس طرزِ عمل سے ہمارے معاشرے میں جو مسائل پیدا ہوئے ہیں۔ وہ ظاہر ہیں۔

ذکر تارا مسیح کا ہو رہا تھا۔ اس کا طرزِ عمل ان لوگوں سے بالکل مختلف تھا۔ وہ تو بس اپنے کام سے کام رکھتا تھا۔ اسے تو جو کہا جاتا تھا کر دیتا تھا۔ اور اس بات سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا کہ کون کیا کر رہا ہے۔ اس کے عزائم بھی زیادہ نہ تھے۔ پیسہ اس کے لئے بھی ضرور اہم ہو گا۔ لیکن اس نے کبھی دوبئی یا کسی اور امیر علاقے کا رخ نہیں کیا۔ مجھے یقین ہے کہ دوبئی، ابو ظہبی، کویت یا سعودی عرب میں تارا مسیح سے مشاق جلادوں کو بہت بہتر معاوضہ ملتا ہو گا۔ اور اگر تارا مسیح وطن سے باہر چلا جاتا تو ظاہر ہے اس کے پاس ایک معمولی سے کوارٹر کی جگہ کوٹھی ہوتی۔ اور اس میں فریج، ٹی وی اور دوسرے لوازمات بھی موجود ہوتے۔

اپنے انداز میں تارا مسیح کی شخصیت میں کوئی جھول نہیں تھا۔ اس کی زندگی میں کبھی ایسا لمحہ نہیں آیا، جب اس نے رشوت لی ہو یا پیسہ یا کوئی مراعات لے کر کسی پر رحم کھایا ہو۔ آپ کہیں گے کہ اس کے کام کی نوعیت ہی ایسی تھی کہ اس میں رشوت، سفارش اور رحم کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے شاید اس آدمی کی حکایت نہیں سنی۔ جسے دریا کی لہریں گننے کے کام پر لگایا گیا تو وہ دریا کے سامنے گزرنے والے ہر شخص کو روک کر اسے کارِ سرکار میں رکاوٹ پیدا کرنے کا ذمہ دار قرار دے کر اس سے روپے بٹورتا تھا۔ پھر تارا مسیح کا کام تو اپنے کام کا ذکر بڑی اہمیت کا حامل تھا۔

ہمارے ہاں کسی کو جلاد کہہ دینا اسے گالی دینے کے مترادف ہے۔ لیکن اردو لغت کے حقیقی معنوں میں تارا مسیح واقعی ایک سچا اور کھرا جلاد تھا۔ گذشتہ کچھ عرصہ سے آہستہ آہستہ وہ پس منظر میں جا رہا تھا۔ دو سال قبل اسے دل کی تکلیف ہوئی اور اسے ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ میو ہسپتال کے ڈاکٹروں کے علاج اور توجہ سے اس کی حالت سنبھل گئی۔ اس کے بعد وہ اپنے روزمرہ کام میں مشغول ہو گیا اور اپنی موت سے صرف دو دن پہلے اس نے دو افراد کو موت کی سزا دی۔

لاہور کے ایک اخبار کے مطابق تارا مسیح کا جانشین بھی چن لیا گیا ہے۔ یہ شخص چارلس مسیح ہے جو تارا مسیح کا دور کا رشتہ دار ہے اور کئی برس سے تارا مسیح کا شاگرد رہا ہے۔ چارلس مسیح کی عمر ۳۰ سال ہے اور اس نے پھانسی دینے کے کئی موقعوں پر تارا مسیح کی مدد کی ہے چنانچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ کم از کم اس ضمن میں اختیارات کی منتقلی پُرامن انداز میں طے پا گئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خود تارا مسیح کے اہل خانہ اس پیشہ سے نفرت کرتے ہیں۔

میں تارا مسیح سے کبھی نہ مل سکا لیکن اس کی موت پر میں یہ رسمی جملہ ضرور لکھوں گا کہ مرنے والے نے ابھی بہت کچھ کرنا تھا لیکن بے رحم موت نے اجازت نہ دی۔

پاکستان ہماری سرحدوں پر فوج جمع کر رہا ہے اور اندرا.....

بھارتی جریدے "ٹائمز آف انڈیا" کا اداریہ

ابھی پنجاب میں تشویشناک صورتحال، جس میں فوج کو ایک اہم کردار ادا کرنے کے لئے بلانا پڑا تھا، جاری ہی تھی کہ ایک اور سرحدی ریاست کشمیر میں صورتحال مخدوش ہو گئی ہے اور یہاں پھر اس بات پر بڑے مباحثے ہوں گے کہ آیا اس صورتحال کی ذمہ داری مسز گاندھی پر عائد کی جائے یا نہیں۔ ان کے مخالفین جہاں اس بات پر بڑا زور دیں گے کہ ملک میں ایک اور پریشان کن صورتحال پیدا کرنے کی ذمہ دار وہی ہیں، وہیں ان کے حامی یہ دلیل دیں گے کہ پنجاب کی طرح انہوں نے بروقت ایک اور بڑی مصیبت کو ختم کر کے رکھ دیا ہے۔

نئی دہلی کی کانگریسی قیادت غالباً یہ موقف اختیار کرے گی کہ سری نگر میں برپا کیا جانے والا ڈرامہ مقامی نوعیت کا تھا اور حکومت کی تبدیلی نیشنل کانفرنس کے دو دھڑوں میں بٹ جانے کا خاصا نہ ہے، لیکن اس دلیل کو بالعموم تسلیم نہ کیا جائے گا اور عام رائے یہی ہو گی کہ ان سب اقدامات کا منصوبہ نئی دہلی میں مسز گاندھی کی آشیرباد سے تیار کیا گیا ہے اور فاروق عبداللہ سے جان چھڑا کر جی ایم شاہ کو وزیر اعلیٰ کے طور پر تعینات کرنے کے فیصلے کو مسز گاندھی کی سرپرستی حاصل ہے کیونکہ گذشتہ سال ریاستی اسمبلی کے انتخابات کے موقع پر ڈاکٹر فاروق عبداللہ نے کانگریس کے ساتھ انتخابی اتحاد کرنے سے انکار کر کے اپنے ایک سابق حریف اور فرقہ پرست میرواعظ مولوی فاروق کی عوامی ایکشن کمیٹی کے ساتھ انتخابی اتحاد کیا تھا، تو مسز گاندھی نے ان کے ساتھ سخت برتنی شروع کر دی تھی، نہ صرف اس عمومی امتیازی انداز میں جو انہوں نے دوسری غیر کانگریسی حکومتوں کے ساتھ شروع کر رکھا ہے بلکہ فاروق عبداللہ کے سیکولر اور قومی کردار کے بارے میں شکوک و شبہات کے ساتھ بھی۔ پنجاب میں فوجی کارروائی کے دوران انہیں حکام نے یہ باور کرایا کہ سکھ انتہا پسندوں کے لئے تربیتی کیمپ ریاست جموں و کشمیر کی حکومت نے قائم کر رکھے تھے اور چونکہ حکومت نے بھی ایک سے زائد بار یہ بات کہی ہے کہ سکھوں کی دہشت گردی میں پاکستان اور سی آئی اے سے متعلق کچھ ایجنسیاں ملوث ہیں لہٰذا اس کے لئے یہ موقف اختیار کرنا آسان ہو گا کہ ڈاکٹر فاروق عبداللہ کا ان عناصر سے رابطہ تھا جن کے عزائم ملک کے بارے میں ٹھیک نہیں تھے۔ اس طرح یہ ڈاکٹر فاروق عبداللہ کے سکھ انتہا پسندوں اور غیر ملکی ایجنسیوں کے ساتھ رابطہ کا مسئلہ بن گیا ہے۔ ہمارے قارئین جانتے ہیں کہ ہم نے ڈاکٹر فاروق عبداللہ کے خلاف کانگریس کی الزام تراشیوں کی حمایت نہیں کی۔ ہم نے اس وقت بھی ایسا نہیں کیا جب کانگریسی لیڈروں نے وہ تصویر جاری کی جس میں ڈاکٹر فاروق عبداللہ کو نام نہاد کشمیر لبریشن آرمی کے تامدین کی ایک کمیٹی کے ساتھ دکھایا گیا تھا۔ کشمیر لبریشن آرمی اسی سال اوائل میں برطانیہ میں بھارتی سفارت کار مہاترے کو اغوا کر کے قتل کرنے کی ذمہ دار ہے، لیکن یہ بات طے ہے کہ مسز گاندھی ڈاکٹر فاروق عبداللہ کی سرگرمیوں اور اکالی دہشت پسندوں، پاکستان اور دوسروں سے ان کے روابط کے بارے میں معقول شواہد کے بغیر یہ اقدام نہیں کر سکتی تھیں۔ چنانچہ ہم یا تو ان کے اقدام کو درست قرار دے سکتے ہیں یا بصورت دیگر انہیں ایک ایسی ریاست میں انتہائی خوفناک تصادم کا ذمہ دار قرار دے سکتے ہیں، جس کی حیثیت بھارتی یونین کے حصہ کے طور پر ابھی تک پاکستان کے ساتھ متنازعہ ہے، چنانچہ ضروری شواہد کے بغیر کوئی رائے قائم کرنا مناسب نہیں ہو گا۔

گذشتہ کچھ دنوں سے سری نگر میں واقعات کی جو صورت رہی ہے ہم نہ اس کے بارے میں اگرچہ کچھ پیشین گوئی کی تھی لیکن آئینی ساز اسمبلی کے ۱۲ ارکان نے جس طرح ڈاکٹر فاروق عبداللہ کی حمایت سے دستبرداری کا اعلان کیا ہے اس کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ جب اس بارے میں خبر رساں اداروں سے اطلاعات آنا شروع ہوئیں تو ہم یہی باور کرتے تھے کہ یا تو گورنر جگ موہن ڈاکٹر فاروق عبداللہ کے مطالبہ پر اسمبلی کا اجلاس طلب کر کے انہیں یہ موقع فراہم کریں گے کہ وہ ایوان میں اپنی اکثریت ثابت کر سکیں یا پھر وہ اسمبلی کو توڑ دیں۔ یہ ہماری خواہش برحق ہے کہ مرکز اور ڈاکٹر فاروق عبداللہ کے مابین تصادم کی صورتحال پیش نہ آتی تو بہتر تھا کیونکہ ۱۹۵۳ء میں شیخ عبداللہ کو برطرف کرنے کے نتیجہ میں جب کشمیری عوام منقسم ہو گئے تھے تو صورتحال کو سمیٹنا بہت مشکل ہو گیا تھا۔ اگرچہ اس وقت ریاستی سیاست میں بخشی غلام محمد، جی ایم صادق اور میر قاسم ایسے کہنہ مشق سیاستدان موجود تھے۔ یہ خطرہ بجا ہے کہ فاروق عبداللہ کی برطرفی سے سکھ انتہا پسندوں اور کشمیری مسلمانوں کے بڑے طبقے کے درمیان مؤثر اتحاد کی راہ ہموار ہو گی اور صورتحال کو قابو کرنا اور بھی زیادہ مشکل ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں اگر فوج کو پنجاب اور کشمیر میں اس صورتحال سے عہدہ برآ ہونے کے کام پر لگا دیا گیا تو اس سے سرحدوں کی حفاظت کے فریضہ میں خلل پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ سب کچھ اس وقت ہو رہا ہے جب پاکستان ہماری سرحدوں پر فوجی تیاریاں زور و شور سے کر رہا ہے اور بنگلہ دیش کا رویہ بھی کسی طرح دوستانہ نہیں ہے۔ لیکن یہ سوچنا بھی غلط ہے کہ وزیر اعظم کی نظر ان تمام حقائق پر نہیں ہو گی اور وہ ایک حساس ریاست میں تازہ بحران کو اسی طرح چلتا رہنے دیں گی۔ بہرطور حکومت کو اس ساری صورتحال سے مناسب اور بہتر طور پر عہدہ برآ ہونا ہو گا۔

نہیں، لہٰذا اٹھنے میں کوئی رکاوٹ محسوس نہیں کرتی۔

گھوڑا

جانوروں کو انسانوں پر برتری حاصل ہے اگر کسی زمین پر بھی گھوڑے ہوں تو تم ہے کہ پانچ ہزار انسان انہیں دیکھنے جائیں گے۔ لیکن کسی زمین پر انسان ہوں تو ایک گھوڑا بھی انہیں دیکھنے نہیں جائے گا۔

دوست کو اپنی بیوی کی تصویر دکھاتے ہوئے ایک آدمی نے کہا "دیکھو یہ! میری بیوی کتنی خوبصورت ہے جبکہ یہ کیسی میری بانہوں میں اکڑ گئی ہے۔"

دوست نے جواب دیا "ہاں خوبصورت ہے مگر یہ تصویر دیکھ کر ہی اندازہ ہو رہا ہے کہ یہ بل کھا رہی ہے۔"

سائنسی اصول

ایک ماہر حیوانات طالب علموں کو ایک خاص قسم کی مکھی پر لیکچر دے رہا تھا۔ اس مکھی کے پر بہت چھوٹے ہیں جبکہ جسم خاصا بڑا ہے۔ سائنسی اصول سے یہ اپنے چھوٹے چھوٹے پروں سے نہیں اڑ سکتی۔ لیکن مکھی کو اس سائنسی اصول کا علم

"اپنے وطن سے محبت نہ کرنے والا اس مردے کی مانند ہے جس کی لاش پر کوئی دو آنسو بھی نہیں بہاتا۔"
(ڈاکٹر اسمائلز)

Canadian-Japanese Trade Booming

Canadian manufacturers have been urged to seek export markets in Japan. With its huge domestic consumption, and a population of 120 million, the potential is great. There are 36 million households in Japan.

To tap this market, metric usage is mandatory. Japan, which completed its changeover to the metric system in 1966, requires the exclusive use of metric units in the measurement and description of domestic products traded within the country.

Metric labeling is required for canned, bottled, and processed foodstuffs and other daily necessities offered for retail sale, whether domestic or imported.

Yoshio Ishikawa, deputy executive director of the Japan Trade Centre, in a recent address to Toronto businessmen, stated:

"In recent years, trade between Canada and Japan has been booming. According to Japanese statistics, trade totalled $8 billion in 1983, with an $800 million surplus for Canada. And this trade pattern is not solely composed of raw material going to Japan and manufactured items coming to Canada. Today, finished and semi-processed products comprise some 30 percent of total Canadian exports to Japan, and the export of Canadian-made finished goods alone amounted to $210 million last year.

"The sales of manufactured products to Japan actually increased 24 percent in 1983.

"In industrial machinery and parts, Canadian exports jumped almost $50 million to $81.2 million. This is accounted for mostly by sharp increases in sales of earth-drilling equipment, much of which is now mounted on Japanese-built offshore oil rigs. Petroleum, gas and coal machinery exports nearly doubled last year, while goods ranging from chain saws to elevators and escalators also did well."

"Some 400 Canadian companies are exporting goods to Japan. They know that while it is a highly competitive market, it is not a closed one."

GROW UP TORONTO! (MEN ONLY)
WITH THE SESQUI BEARD GROWING CONTEST

THE CONTEST:
Wilkinson Sword Challenges the Men of Toronto To Stop Shaving (for four months) September to December.

THE PRIZES: Silver Swords and Daggers.

PRIZE WINNING CATEGORIES:
1. Longest Beard 2. Best Kept Beard 3. Softest Beard
4. Best Mustache 5. Fullest Beard 6. Best Over-All Beard.

THE RULES:
Simply pick up registration forms at the Sesqui Information Booth on Nathan Phillips Square and return by mail by October 15 to the Sesquicentennial Office, 2nd Floor, Bell Trinity Square, 483 Bay St., Toronto M5G 2C9.

THE JUDGING:
Judging and awards presentation will take place at City Hall on December 19, 1984.

SPECIAL NOTE: There are no rules against New Wave Colors.

Toronto's 150th Birthday Celebration
A CELEBRATION OF FRIENDS
1834-1984

Toronto's 150th Birthday Celebration
A CELEBRATION OF FRIENDS
1834-1984

Pakistanis in Bradford do it the good old way

Were it not for the grey skies outside it could have been Beadon Road, Lahore, so familiar was the scene. The sweetmeat seller's counter with buxom shalwar clad ladies coming in and out intent on pre-Eid shopping, gulab jamans, barfi, balushahi, namkeen dal – but it was Bradford, West Yorkshire, possibly the largest single concentration of Pakistanis outside the home country, living as an immigrant community retaining as far as climate and environment permit, the traditional lifestyle. It was the Bradford branch of a sweetmeat shop of the sub-continent which is by now legendary in Great Britain and at whose main branch outside London's Euston Station buyers from the sub-continent queue earnestly for the delicacies Asian palates expect.

A rather bleak industrial town of 300,000, of which Pakistanis form about one-sixth, Bradford is redeemed by its surrounding woods and dales, green and undulating country, the austere moors made famous by the Bronte sisters not far to the north. Indeed the Bradford Pakistanis comprise a sixth of the entire community in Britain which is also 300,000.

The poverty of the rocky soil makes most of the area unfit for use except as pastureland and close by this one-time core of the textile industry are still the sheep-grazing meadows that supplied the "Satanic mills" with wool for cloth production. But today most of those smoke-grimed factories of the "black country" are mere carcases without workers, the inroads of synthetic technology, high wages and the ever quoted world recession are such that half the employable population of the town, including the British Pakistanis, are on the dole.

The Government safety-net saves individuals and families from destitution and though it is said that several members of a family pooling State assistance can total the wage package of one income earner, few native British or immigrants are unemployed by choice. The jobs are just not there – the same phenomenon is observable all over Western Europe.

Yet it was not so over two decades back when manual labourers were welcomed in industrial Britain and factory managers persuaded their workers to get over another hand, a brother or cousin or uncle, and even paid a commission for the service. A generation later the community has multiplied acquiring rights and problems. Two years ago, the National Race Relations Board gained an improved nomenclature as the Community Relations Council, and under legislative umbrella the ethnic groups are encouraged to retain pride in their origin while integrating into the larger nation. Bradford illustrates the situation of a large sub-group in a culturally alien setting. One shopkeeper cannot forget his beloved Rawalpindi as his shop sign reads Raja Bazar, while Urdu signboards announce samosas, kulfis, tikkas, and clothing. "Tandoori" is all over England and one's eyes blinked at an entire warehouse showwindow of sari-draped mannequins bringing unexpected glitter to a sootblackened quarter.



Children of the members of the PWG (Pakistan Women's Group) parade through Bradford in their national costume in the Multi-Cultural Festival held in June.

In festive Eid drawing rooms, however, the saris and gharara suits were specially sent from Pakistan or India, all colour and twinkle. Added to the blessings of the sweetmeats were "sivayyan" and halwa prepared by the housewife for Eid social calls. Were it not for the carpeting and the central-heating it might have been Pakistan.

Pakistanis expressed relief that this year Eid was celebrated on the same day by the whole Muslim community in Britain; in the past there have been as many as three Eids, the elusive crescent in these cloudy skies did not always appear to satisfy the sticklers. The familiar tale of mullahs bickering among themselves is also heard, Bradford having as many as twenty-six Muslim places of worship though not as yet one proper full-scale mosque. Some 'pirs' from back home, also make an annual excursion, staying in luxury hotels bills paid while they collect tribute from their followers. The majority of Pakistani Bradfordians come from Mirpur, the Rawalpindi area and some rural localities of the Frontier, entire streets being inhabited in some cases by persons of a single clan who practice their old eating and dressing habits in this cold northern town clinging to customs and values fast eroding in the home country.

Some acculturation if not total assimilation is inevitable and acceptable. In one Punjabi home on Eid day was the sweetest little new "dulhan" in a shocking pink bridal sari and a hair-do like a pop singer's. Her groom was in silk kurta pajama and while he spoke pure Punjabi, she (a British-reared Asian) conversed in perfect Yorkshire with its 'oops' and 'cooms'. "Why do visitors from Pakistan spend so much time in the bathroom?" this daughter of a real estate tycoon wanted to know. Her father-in-law chatted as though in his ancestral village, but the daughters served tea and goodies wearing blouses and slacks as they talked to their mother in a Punjabi Yorkshire mix.

A large proporation of the Pakistanis here have dual nationality, and therefore legitimate claims on both Governments. Their presence is significant enough to warrant a diplomatic Consul, along with Manchester and Liverpool. Problems of families, travel, transfer of assets, legal troubles and cultural activities are all within the purview of the Pakistan Consul. In this first year of his assignment to this post, Mr. Abbas Nazar and his wife cartoonist and journalist, Nigar Nazar take tremendous personal interest in serving the community and mobilising it to a proper pride in the cultural heritage. Mrs. Nazar has formed a Pakistan Women's Group to get the local women to come out of their homes, meet more purposefully and participate in the city's social and public activities, and also to give a stronger awareness of cultural identity. The British Government sanctions funds for ethnic interests and under this head a brand new Pakistan Cultural Centre is to be commissioned in Bradford. Just recently a multi-cultural festival gave all the minorities living in the town an opportunity to project their distinctive ethnic characteristics.

Canadian-Japanese Trade Booming

Canadian manufacturers have been urged to seek export markets in Japan. With its huge domestic consumption, and a population of 120 million, the potential is great. There are 36 million households in Japan.

To tap this market, metric usage is mandatory. Japan, which completed its changeover to the metric system in 1966, requires the exclusive use of metric units in the measurement and description of domestic products traded within the country.

Metric labeling is required for canned, bottled, and processed foodstuffs and other daily necessities offered for retail sale, whether domestic or imported.

Yoshio Ishikawa, deputy executive director of the Japan Trade Centre, in a recent address to Toronto businessmen, stated:

"In recent years, trade between Canada and Japan has been booming. According to Japanese statistics, trade totalled $8 billion in 1983, with an $800 million surplus for Canada. And this trade pattern is not solely composed of raw material going to Japan and manufactured items coming to Canada. Today, finished and semi-processed products comprise some 30 percent of total Canadian exports to Japan, and the export of Canadian-made finished goods alone amounted to $210 million last year.

"The sales of manufactured products to Japan actually increased 24 percent in 1983.

"In industrial machinery and parts, Canadian exports jumped almost $50 million to $81.2 million. This is accounted for mostly by sharp increases in sales of earth-drilling equipment, much of which is now mounted on Japanese-built offshore oil rigs. Petroleum, gas and coal machinery exports nearly doubled last year, while goods ranging from chain saws to elevators and escalators also did well."

"Some 400 Canadian companies are exporting goods to Japan. They know that while it is a highly competitive market, it is not a closed one."

Publisher & Editor
SOHAIL AKHTAR
TEL. (416) 283-7255

پیغامبر

The Messenger

FORTNIGHTLY INDO-PAK NEWSPAPER

100 CARONIA SQUARE, SCARBOROUGH,
ONTARIO, CANADA M1B 2Z8

You are the best community evolved
for mankind.
You enjoin right, forbid wrongdoing,
and
believe
in Allah.

(Al 'Imran: 3, 110)

AUGUST 24, 1984

پونچھ سیکٹر میں بھارتی فوج کی زبردست فائرنگ ۵ پاکستانی فوجی ہلاک ہو گئے

فائرنگ سے پانچ پاکستانی فوجی زخمی، بھارت کی طرف سے شملہ معاہدہ کی خلاف ورزی

پاکستانی فوج کو اپنے دفاع میں جوابی فائرنگ کرنا پڑی

تحریک استقلال نے ابھی انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ نہیں کیا

ایم آر ڈی کو اب بھی عوام کا اعتماد حاصل ہے۔ تحریک استقلال کے نائب صدر سے انٹرویو



نثار کھوڑو

طیارے کے حادثے میں ۹ افراد ہلاک

کراچی میں بارش سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد ۲۹ ہو گئی

حکومت نے بارہ سیاسی لیڈروں کے پنجاب میں داخلے پر پابندی ختم کر دی

یوم آزادی پر تمام سیاسی قیدیوں کی رہائی کا امکان

نوابزادہ نصراللہ، مولانا فضل الرحمٰن اور شیرباز مزاری سے بھی پابندی اٹھالی جائیگی

۱۳ کے ہندسے کی نحوست

پشاور میں ستر لاکھ ڈالر مالیت کی ہیروئن ضبط کر لی گئی

کسٹم حکام نے ہیروئن تیار کرنے والی بیس فیکٹریاں تباہ کر دی گئیں

لاہور اور اسلام آباد میں خواتین کے مظاہرے

امریکہ سکھوں کی تحریک میں کسی قسم کی مدد نہیں دے رہا ہے

بھارتی اخبارات کے الزامات بے بنیاد ہیں، نئی دہلی میں امریکی سفارتخانے کا اعلان

ایشیائی لڑکیاں مغربی تہذیب کے اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکتیں

شادی سے قبل کنوار پن کا تصور ختم ہو گیا ہے۔ برطانوی ڈاکٹر کا دعوی

دربار صاحب سے سونے کی چوکی اور نقدی غائب

طیارہ درخت سے ٹکرا کر تباہ ہو گیا

چھ افراد ہلاک ہو گئے

فوجی امداد بند کرنے سے پاکستان ایٹمی دھماکہ کرنے پر مجبور ہو جائے گا

امریکی امداد کی بندش کے خاطر خواہ نتائج نہیں نکلیں گے۔ امریکہ کے نائب وزیر خارجہ

لاہور کے ہوائی اڈے پر ایک اور رن وے کی تعمیر

فاطمہ غزنوی اکیڈمی چھوڑ دی گئی

"پرانعام"